مطلوب حسین
لیکچرار شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، ساہیوال
محمد زمان پرویز
پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

بہادر شاہ ظفر کی غزل مقطعوں کی روشنی میں

Matloob Hussain
Lecturer, Department of Urdu, Govt. Post Graduate College, Sahiwal.
Muhammad Zaman Parvez
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.

Bahadar Shah Zafar's Ghazal in the light of the articles

Bahadur Shah Zafar is the most important poet of classical Urdu ghazal. His ghazal reflects the conditions of his time. His life is a practical picture of rise and fall. He had to endure extremes of grief and sorrow in his life. He was the last king of the Mughal dynasty. He was imprisoned and sent to Rangoon as a punishment. He spent the last days of his life in great pain and loneliness. In his ghazals, love, social issues, grief and Sufism are frequently described. His solemns are enriched with meanings. His style of writing is simple and charming. His poetry is also technically impressive. That is why his poetry has been immortalized.

Keywords: *Bahadur shah zafar, rise and fall, grief and sorrow, Rangoon, loneliness, Sufism, solemns.*

غزل کا فن کوہ بیستوں سے دودھ کی نہر نکالنے کے مترادف ہے۔ یہاں وہی شاعر کامیاب ٹھہرتا ہے جس کی مشاہداتی حس، کائناتی مطالعہ، قوت متخیلہ اور پیش کش کی مہارت خداداد صلاحیت سے پختہ کار اور انفرادیت کی حامل ہو۔ جسے زبان و بیان پر اچھی استعداد حاصل ہو اور جسے اس امر کا اندازہ ہو کہ شعر میں قافیہ، ردیف، تشبیہ، استعارہ، علامت اور تلمیح کا کیا مقام ہے اور یہ غزل کے اشعار کو کیسے اور کون سا مرتبہ عطا کر سکتے ہیں۔ کسی بھی شاعر کی غزل کے زبان زدِ عام و خاص ہونے اور پذیرائی ملنے کے پیچھے دیگر محرکات کے ساتھ اس کا

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

مطلع اور مقطع بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔خاص کر مقاطع تو اپنے اندر ایک خاص انفرادیت رکھنے کے علاوہ معنی آفرینی کا پورا جہان لیے ہوئے ہوتے ہیں۔زیر نظر مضمون میں ہم بہادر شاہ ظفر کی غزلیہ کائنات کی ہر دلعزیزی اور شہرت میں ان کے مقطعوں کے کردار کا جائزہ لیں گے۔

بہادر شاہ ظفر کا شمار اپنے زمانے کے معتبر شعر کہنے والوں میں ہوتا ہے۔انہوں نے نہ صرف شاعری میں اپنے کمال کا جادو دکھایا بلکہ ان کی شاعرانہ طبع نے اپنے عہد میں ادبی ماحول کو ایسے حالات مہیا کرنے کی بھی پوری پوری کوشش کی کہ جس سے شعر و ادب کو پھولنے پھلنے کے مواقع ملنے کے علاوہ شعرا کی قدر دانی کا رجحان بھی پیدا ہوا۔یوں بہت سے موزوں مزاج کے شعر فہم زمینی حالات ساز گار دیکھ کر مشق سخن کرنے اور اس پر فخر کرنے لگے۔نور الحسن نقوی کے بقول:

> ''بہادر شاہ ظفر صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ شاعروں کے قدردان اور مربی بھی تھے۔تخت نشین ہونے کے بعد انہوں نے اہل کمال کی ایسی سرپرستی کی کہ لال قلعے کی زندگی میں پھر سے بہار آگئی اور شعر و سخن کی محفل پھر سے آراستہ ہوگئی۔''(۱)

غزل کا فن جمال معشوقاں کی ستائش گری سے عبارت ہے۔جو شاعر اس مضمون کو جس قدر ندرت سے ادا کرنے اور بیان میں لانے کی جیسی صلاحیت رکھتا ہو اس کو ادبی دنیا میں اتنی ہی شہرت و پذیرائی نصیب ہوتی ہے۔گویا حسینوں کے ناز و ادا معیاری غزل کی پرکھ میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔امیر خسرو کی اردو غزل سے محبوب کے نین نقش اور ان کے عشق میں آنسو بہانے کی شاعرانہ پیش کش کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ مختلف منازل طے کرتا ہوا تاحال جاری و ساری ہے۔

بہادر شاہ ظفر کی غزلیات میں بھی اس مضمون کو متنوع اور دلفریب انداز میں تواتر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس میں ایک طرف تو اس بات کا اظہار ملتا ہے کہ محبوب اپنے حسن میں اس قدر یکتا ہے کہ ہر آنکھ اسے دیکھنے کو ترستی ہے تو دوسری طرف شاعر نے یہ بھی بتانے کی برملا کوشش کی ہے کہ اس لاثانی پری پیکر کو جو ایک دفعہ دیکھ لیتا ہے پھر اس کا دل اس کے اختیار میں نہیں رہتا۔وہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے یار کی یک نگاہ قزاق بن کر سب کے سامنے دیکھتے ہی دیکھتے اس کا دل لوٹ لے گئی ہو۔ظفر کے خیال میں جس شخص کا ایک دیدار ایسا ستم ڈھا سکتا ہے وہ اگر بار بار عاشق کے روبرو آئے گا تو پھر عشق کرنے والے کے دل پر جو بیتے گی سو بیتے گی، محفل میں موجود حسن پرست لوگ مفت میں مارے جائیں گے۔ظفر کی ایک غزل کا مقطع ملاحظہ کیجیے کہ جس میں محولہ بالا کیفیت کو کس

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

سادگی مگر دلفریبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

لے گیا ایک ہی بار آنے میں دل اپنا ظفر
ہو گا کیا دیکھئے جب وہ کئی بار آوے گا(۲)

ظفر کی غزل کے مقطع سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا محبوب کوئی بازاری انسان نہیں بلکہ ایک باحیا اور عصمت کا پتلہ ہے جس کا چہرہ دیکھنے میں سادہ ضرور ہے مگر اس سادگی میں بلا کی پرکاری اور کشش موجود ہے۔ اس کے رخ روشن کی دلکشی شاعر کے احاطہ تحریر میں آنے سے باہر ہے۔ ظفر اگر کوشش بھی کریں تب بھی وہ اس کے چہرے کے نقوش اپنے اشعار میں ویسے نہیں سمو سکتے جیسے وہ حقیقت میں ہیں۔ شاعر نے حسن کی انتہا ثابت کرنے کے لیے اپنے اشعار میں ایک اور نکتہ آفرینی سے بھی کام لیا ہے اور وہ یہ کہ جس ماہ رخ کا حسن ان کے متخیلہ میں سما نہیں رہا اسے انہوں نے ابھی سرسری نگاہ سے دیکھا ہے۔ اگر پائے نگاہ کے ذرا ٹھہرنے سے شاعر کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے حواس پر قابو نہیں رکھ پا رہا تو بھلا فرصت میں رخ معشوق کی تسلی سے کی گئی تلاوت میں ان کی کیا کیفیت ہو گی۔

صفائی کیا کہوں میں اس کے روئے سادہ کی
ظفر یہ پائے نگہ جس پہ ہے ذرا ٹھہرا(۳)

بخت کی بلندی، مال و زر اور خوب صورت چہرہ اچھے خاصے ملنسار اور منکسر المزاج انسان کو بھی گھمنڈی بنا دیتا ہے۔ اس پر کمال یہ کہ اگر کوئی عاشق ان اوصاف پر اپنا جی ہار بیٹھے تو بات نرگسیت تک جا پہنچتی ہے۔ ظفر جس سے محبت کرتے ہیں جب اسے اندازہ ہوتا ہے کہ بادشاہ وقت اس کے چہرے کو خورشید اور حور شمائل کا پرتو سمجھتا ہے تو اس کا دماغ ساتویں آسمان پر جا پہنچتا ہے۔ شاعر کی غزل کا مقطع اس امر پر گواہی دیتا ہے کہ اس کا تعلق معشوق کے ساتھ کافی پرانا اور بہت سے حجابوں سے پاک ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب اس منظور نظر کو بادشاہ کی محبت کی شدت اور ان کی جذباتی بے بسی کا پوری طرح یقین آ جاتا ہے تو وہ ایک دم تکلف پر اتر آتا ہے۔ اس کا رویہ عاشق سے ایسا بیگانہ ہونے لگتا ہے جیسے وہ بادشاہ کو اپنے شایان شان ہی نہ سمجھتا ہو۔

ظفر چوں کہ یار کے نین نقش کا پرستار بن چکا ہے۔ یہی سبب ہے کہ محبوب کے روبرو حاکم وقت کی بجائے ایک فریادی بنا نظر آتا ہے۔ جذبات کی صداقت کے سبب ایسے اشعار حزنیہ لے کے ساتھ دلکشی کا اعلیٰ نمونہ بن کر انہیں اپنے دور کے چند گنتی کے شعرا میں شامل کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے دلبر سے اس کے بدلے ہوئے رویے کی

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

وجہ ضرور پوچھتے ہیں لیکن اس استفسار میں جو عاجزی اور دھیمہ پن ہے وہ ان کی بے چارگی اور بے بسی کی غمازی کرتا ہے۔

کیا سبب تو جو بگڑتا ہے ظفر سے ہر بار
خو تری حور شمائل کبھی ایسی تو نہ تھی (۴)

ظفر کے بے شمار اشعار ثابت کرتے ہیں کہ انہیں جس پری پیکر سے لگاؤ ہے وہ ان کے اعصاب پر پوری طرح قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ وہ اس کی محبت میں اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے اسے ہی اپنا سب کچھ ماننے اور گردانتے ہیں۔ انہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ لوگ ان کے بارے میں کیا کہیں گے بلکہ ان کی ایک ہی تمنا ہے کہ کسی طرح ان کا یار ان سے خوش ہو جائے۔ اس خواہش کے زیر اثر وہ معشوق کے در کی خاک بننے کے لیے بھی تیار ہیں انہیں یہ بھی قبول ہے کہ ان کی ذات بے شک یار کی گلی کا غبار ہی کیوں نہ بن جائے پر کسی طرح قربت دلدار نصیب ہو جائے۔

ظفر کی اپنے دوست کے حوالے سے یہ محبت ان کی غزلیات کے مقطعوں میں اور بھی شدت اور جوش پر نظر آتی ہے۔ حالانکہ اکثر شعرا مقطع کو شاعرانہ تعلّی کے لیے استعمال کرتے ہیں لیکن ظفر کی غزل کا اختتام بھی جمال حسن جاناں اور کمال سحر دلبراں پر ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ شعر کہہ ہی اس لیے رہے ہوں کہ یار کی توصیف کا حق ادا کیا جا سکے۔ یہ تعریف و ستائش گری کوئی مجنوں نما بے دست و پا شخص نہیں کر رہا بلکہ مغلیہ سلطنت کا ایک نامی گرامی شہنشاہ وقت کی داخلی کیفیات کا والہانہ اور ملاوٹ سے پاک اظہار ہے۔

کرتے ہو برباد اپنی خاکساری کیوں ظفر
اس کی خاک در، غبار اس کی گلی کے ہو رہو (۵)

محبوب کی بے وفائی کا الزام کون اپنے سر لیتا ہے۔ ہر شخص لاکھ محبت کے باوجود یار کے رویے کو اس کی سرد مہری اور سنگ دلی سے تعبیر کرتا ہے لیکن بعض محب ایسے بھی ہوتے ہیں جو یار کی تلخ باتوں کو بھی اپنے کسی عمل کا رد عمل کہہ کر سبھی الزام اپنے نامہ اعمال میں ڈال لینے کو بھی فخر سمجھتے ہیں۔ ظفر بھی انہیں معدود چند عشاق میں شامل ہیں جو یار کے بگڑنے کو اس کی پارسائی کا نام دے کر اسے ذاتی چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ قرار دیتے ہیں

بے خطا تو نہیں ، ہوتے ہیں ظفر وہ برہم
زلف کو ہاتھ کہیں تو نے لگایا ہو گا (۶)

یار کا بدلہ ہوا رویہ ظفر کو بہت اذیت دیتا ہے۔ وہ پہلے ہی حالات کے ستائے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے پیتم کی گھنی زلفوں میں پناہ لے کر معاشرتی حالات اور مغلیہ سلطنت کے ابتذال کا کرب وقتی طور پر ہی سہی کسی طرح کم کر سکیں، لیکن حسن کہاں مجبوروں کی مجبوری سمجھتا ہے وہ تو بس ایک شان بے نیازی کا مالک ہوتا ہے۔ اسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دوسروں کی موجودہ داخلی و خارجی حالت کیسی ہے۔ اسے تو بس اپنے عشوہ و غمزہ اور ناز و ادا دکھانے کا موقع ملنا چاہیے، بے شک دوسروں کی اس بے نیاز رویوں سے جان ہی کیوں نہ نکل جائے۔

ظفر عام عشاق کے برعکس اتنا ادراک ضرور رکھتے ہیں کہ آزمائے ہوؤں کو بار بار آزمانا عقل مندی ہرگز نہیں۔ ورنہ اس طرح اچھے خاصے انسان کی عزت کا جنازہ نکل جانے کے پورے پورے امکان پیدا ہو جاتے ہیں۔ یوں وہ فیصلہ سنانے والے انداز میں کہتے ہیں کہ کسی بھی ماہ وش سے وفا کی امید لگانا عبث ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے سیاہ رات کے وقت سورج کے اچانک نکل آنے کی آس پالنا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی ظفر کی شاعری میں غم کے متواتر مضامین میں عشق اور دیگر معاملات کی کار فرمائی پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ظفر کی ساری زندگی ایک المیہ تھی جس کا اظہار ان کی شاعری کے اس حصے میں ہوتا ہے۔ اس میں صرف محبوب کے بچھڑ جانے کا غم نہیں ہے بلکہ پوری سلطنت کے بکھر جانے کا غم ہے۔ ایسا غم جس میں غم عشق، غم روزگار اور زندگی کے دوسرے چھوٹے بڑے غم گردکارواں کی طرح ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اس کرب سے ظفر کا وہ مخصوص لحن پیدا ہوتا ہے جس میں ایک جلنے سلگنے والی کیفیت اور ایک ایسی آگ ہے جو اس کے وجود کو پھونکے ڈالتی ہے۔“(۷)

محولہ بالا بحث کے تناظر میں ظفر کی ایک غزل کا مقطع ملاحظہ کیجیے کہ شاعر نے اپنے جذبات کو کیسے اظہار کی زبان عطا کی ہے۔

کر چکے ہیں امتحاں جس بے وفا کا لاکھ بار
اس سے امید وفا کیا اے ظفر رکھیں گے ہم(۸)

ذاتی حالات کی ترجمانی بھی ظفر کی غزلیات کے مقطعوں میں بخوبی ملتی ہے۔ انہیں اس الم ناک حقیقت سے اچھی طرح آشنائی ہے کہ ان کی حیات تمام کی تمام دکھ سے عبارت ہو چکی ہے۔ وہ ایسے حرماں نصیب ہیں کہ جو تاج مغلیہ کی ناموس کو اپنی آنکھوں کے سامنے خاک میں ملتا دیکھیں گے اور لاکھ پیچ و تاب کھانے اور غم منانے کے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

باوجود عملی طور پر کچھ نہ کر پائیں گے۔ انہیں اپنے دشمنوں اور سازش کر کے سلطنت مغلیہ کا جنازہ نکالنے والے سانپوں کا بھی علم ہے مگر اب ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں رہا۔ وہ سوائے حالات کی الم ناکی پر آنسو بہانے کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ان کی اپنے ہی وطن اور اپنی ہی حکومت میں حیثیت صرف ایک کٹ پتلی سربراہ مملکت سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ وہ اپنی رعایا کو تو کیا دشمن کے ظلم وستم سے بچا پائیں گے، وہ تو اپنی خاندانی حرمت وناموس کو بھی بچا پانے کی سکت نہیں رکھتے۔ وہ نوشتہ دیوار پڑھ چکے تھے کہ اب خدا کے کرم کے سوا کوئی دنیاوی طاقت انہیں، ان کے خاندان اور وطن باسیوں کو حالات کی ستم ظریفی اور تجارت کرنے کی غرض کے ظاہری منصوبے سے آئی ایسٹ انڈیا کمپنی کی غلامی سے بچا نہیں سکتا۔ ظفر اپنے مخاطبین سے کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے شب وروز کی بات مت پوچھ کہ میرا درد ایسا تکلیف دے اور میرا دکھ اتنا شدید ہے جسے سن کر تیری آنکھیں اشک بار اور دل پریشانی سے خزاں رسیدہ اور ملول ہو جائے گا۔ یہ میرا مغلیہ دلیر اور باہمت دل ہی ہے جو کل اور آج کی شاہی وگدائی کے عروج وزوال اپنے اوپر جھیلنے کے باوجود ابھی تک اس کوہ گراں کو زندگی کی امانت سمجھ کر باظاہر یوں اٹھائے پھر رہا ہے جیسے سرے سے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ نگار عظیم، بہادر شاہ ظفر کے حیات کی الم ناکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ظفر اپنے عرصہ حیات میں اس قیامت خیز دور سے گزرے جس کے درد انگیز تاثرات یقیناً وہ زندگی کے آخری سانس تک فراموش نہ کر سکے ہوں گے۔ کیا انہوں نے کبھی سوچا ہو گا کہ قلعہ معلیٰ کی رنگینیوں میں شب وروز گزارنے والا یہ تاجدار کبھی اس بے چارگی اور بے بسی کے عالم کو پہنچے گا۔ ظفر نے اپنے کلام میں اس درد کی جو عکاسی پیش کی ہے وہ صرف ان کے دل کا نہیں بلکہ ہندوستان کی دم توڑتی سسکتی تہذیب کا نوحہ ہے۔“(۹)

ظفر اپنے زوال خوردہ حالات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نہ پوچھ مجھ سے ظفر تو مری حقیقت حال
اگر کہوں گا ابھی تجھ کو میں رلا دوں گا(۱۰)

ظفر کے غزلیہ مقطعوں میں اپنے عہد کی دلی کی ایسی کرب ناک تصویری جھلکیاں دیکھنے کو ملتی ہیں کہ سنگ دل انسان بھی ان حقائق کی تکلیف سے تڑپ اٹھتا ہے۔ ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیے کہ ان لوگوں پر کیا بیتی ہو گی جنہوں نے اپنے اس چمنستان کی اپنے ہاتھوں سے آبیاری کی تھی۔ جنہیں اپنے ہی دیس میں اجنبی کر دیا گیا اور اپنے شہر سے یوں بے تعلق کر دیا گیا جیسے اس سے ان کا کوئی واسطہ ہی نہ ہو اور اگر کوئی اپنے گھر بار گلی، محلے کی محبت میں

اتنا ہی بے قرار ہو تو رہائش کے لیے قیمتاً نئے رہائشی حقوق خریدے ورنہ فصیل شہر پر ہی کو توالی سے در گت بنوائے اور چلتا بنے۔

اس صورت واقعہ کے پیش نظر ظفر کے دل میں بار بار خیال آتا ہے کہ اگر اس شہر دل کے ساتھ ایسے ہونا تھا تو کاش یہ پہلے دن سے ہی ویرانہ ہوتا تاکہ اس کی ویرانی و سنسانی دیکھ کر کوئی حریص ادھر کا رخ نہ کرتا۔ ڈاکٹر سید محمد عقیل کے بقول:

> ''زندگی کے اس مفہوم اور بوجھل دنیا کو ظفر نے بڑے سلیقے سے سجایا تھا۔ یہاں زخموں کے چراغ ہیں، ہڈی کے جلنے کی چراہند ہے۔ آنسوؤں کی قطاریں ہیں اور اجڑے دیار کی ویرانیاں۔ ان کی کرتب بازی کی شاعری سے قطع نظر، اس قسم کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو قفس، صیاد، شمع، ٹوٹے ہوئے پر، صیاد کا ظلم، اسیری، شعلہ کی بھڑک، آگ، آنسو، دھوا، اجڑا دیار، بے بسی اور ویرانہ شام، بھڑکے ہوئے چراغ کی لو، سونی ویران گلیاں جیسے الفاظ، اور علامتوں کا ایک ذخیرہ ملتا ہے، جنہیں پڑھ کر سانحات کی پوری تصویر ذہن کے اندر اترتی چلی جاتی ہے۔ اور جو اس وقت کے ہندوستان کی تاریخ کے ساتھ ساتھ ان حالات کو بھی ذہن میں مرتسم کر دیتی ہے جنہوں نے لال قلعہ، غدر اور اس کے بعد رنگوں تک ظفر کے گرد و پیش ایک ہالہ سا ڈال رکھا تھا۔''(۱۱)

ظفر نے اپنے بہت سے اشعار میں ایسی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ یہ تمنا دراصل ایک غم زدہ انسان کی بے بسی کا نغمہ ہے جسے جس رنگ میں بھی مجسم کیا گیا، وہ دلوں کے تار ہلاتا نظر آتا ہے۔

روز معمورہ دنیا میں خرابی ہے ظفر
ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا(۱۲)

اسی حوالے سے ظفر کا ایک اور شعر دیکھیے جس میں دنیا کے ہر لمحہ بدلنے، پل میں خوشی اور پل میں خوشی کے بطن سے غم کی نمود کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان کے خیال میں لمحہ ءموجود میں کائنات کا جو رنگ نظر آرہا ہے اس سے پیشتر کسی اور رنگ ڈھنگ کی حکمرانی رہی ہو گی۔ اسی طرح جو اب اور آج ہے وہ آنے والے وقتوں میں نہیں ہو گا۔ یہی دستور دنیا ہے کہ یہاں کچھ بھی تو مستقل نہیں۔ اس کے باوجود انسان شیطانی جال میں پھنس کر حقائق ارضی سے منہ موڑ بیٹھتا ہے جس کا انجام بھیانک اور دلی کے مغلیہ بادشاہوں جیسا ہے۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

ظفر احوال عالم کا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
کہ کیا کیا رنگ اب ہیں اور کیا کیا پیشتریاں تھے (۱۳)

اگر اردو غزل کی المیہ روایت مرتب کی جائے تو اس میں بہادر شاہ ظفر کی شاعری اساسی مقام پائے گی۔ خاص کر ان کے عہد اسیری کی شاعری تو ہر ہر مصرعے پر اپنے قاری سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ" ذرا ٹھہرو کہ ہم مل کے رولیں"یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ صدیوں سے حکمرانی کرتے آئے دلیر مغلوں کا آخری فرمانروا اور اس کے اہل وعیال کو چن چن کر نشان عبارت بنا دیا گیا اور بادشاہ وقت کو قیدی بنا کر وطن بدری کی اذیت ناک ایسی سزا سنائی گئی کہ پھر وہ بقیہ ساری زندگی وطن اور اپنے ہم وطنوں کی یاد میں تڑپتا رہا مگر اسے اپنے وطن کی ہوا، مٹی کی خوشبو، پرندوں کی چہچہاہٹ اور یار باشوں کی صورت بھی دیکھنا نصیب نہ ہوئی۔ اس کی یہ خواہش کہ کوئی ایسا صاحب نظر آئے اور اسے اس قید تنہائی سے نجات دلائے، اس کے ساتھ ہی دم توڑ گئی۔ جس کی شدت اور سوز کا اندازہ ان کے اشعار کی زبان اور پیش کش سے صاف صاف عیاں ہے۔ ان کی بعض غزلیات تو مصرع اولیٰ سے مقطع تک اس تمنا اور حسرت کی تصویر بنیں نظر آتی ہیں۔ جن میں بسا اوقات مغلیہ دلیری بھی یاد وطن میں مچل کر ساتھ چھوڑتی معلوم ہوتی ہے۔

نہ ہو دائم علائق جسم اگر کروں گلشن قدس کی سیر ظفر
کوئی ایسا ہو کامل پاک نظر کہ جو قید ہے اس سے چھڑا دے مجھے (۱۴)

ظفر کی شاعری اور مقطعوں میں جو غم کی تصویریں اور حزن کی جھلک دکھائی دیتی ہے یہ محض شعر برائے شعر نہ تھی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ان کے وقت کی دلی، دلی کی عوام اور خود حکمرانوں پر جو بیت رہی تھی اس کا یہ تقاضا تھا کہ ایک حساس شخص چھوڑ اجڈ اور بے حس بھی ان حالات کے شب وروز سے بلبلا اٹھے، لہذا ظفر کے ہاں غم کے مضامین کا تسلسل سے بیان ہونا عین فطرت ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ مشکل وقت میں شاہ ہو کہ گدا دونوں کے دل ودماغ کے سوچنے سمجھنے اور کچھ بھی کرنے کی استعداد اور انداز ایک جیسا ہو جاتا ہے۔ خواجہ تہور حسین کے بقول:

> "ظفر کا رنج والم دیگر شعرا کی طرح روایتی رنج والم نہیں تھا۔ ان کی شاعری کی داستان خیالی تکالیف کے بیان پر مبنی نہیں تھی۔ وہ صرف جرات کے رنگ کی مادی شاعری کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوا تھا۔ وہ پیدائشی شاعر تھا۔ قسام ازل نے اس کو سلطنت تیموریہ کا مرثیہ

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

خواں بنا کر بھیجا تھا۔ اس کے کلام میں روح عصر روح انفرادی دونوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس کی غزل میں وہ تمام خصوصیات ہیں جو اس دور کا تقاضا تھیں۔"(۱۵)

ظفر کو اس بات کا یقین ہے کہ اگر بلبل ان سے نالہ کرنے کا ہنر سیکھ لے تو اس کی آواز میں وہ سوز و تڑپ پیدا ہو جائے گی کہ جس سے پورا چمن دہک اٹھے گا۔ شعر میں اگرچہ صنعت مبالغہ استعمال کی گئی ہے لیکن شاعر کے ذاتی حالات، انداز بیاں اور طرز ادا نے اسے وہ دلفریبی نواز دی ہے جس کا ایک عام شاعر صرف خواب ہی دیکھ سکتا ہے۔

طرز نالہ کی ظفر سیکھے جو ہم سے بلبل
تو لگا دے چمن لالہ سیر اب میں آگ (۱۶)

کائنات کی ہر شے فنا ہونے والی اور عارضی ہے۔ کسی عام و خاص کو ثبات نہیں، لیکن اس کے باوجود انسان ہر وقت حرص و ہوس اور طمع و لالچ میں پڑا رہتا ہے۔ وہ اپنے سامنے بادشاہوں کی بادشاہت، امرا کا روپیہ پیسہ اور کڑیل شیر جوانوں کو لمحہ بھر میں خاک ہوتا دیکھتا ہے، مگر اپنے رویے تبدیل نہیں کرتا۔ یہ عمل جہاں منفی رجحان کا حامل ہے وہیں پر نظام زندگی کی حرکت بھی اسی کے دم سے قائم و دائم ہے۔

کسی بھی زبان کا ادب یا فنون لطیفہ اٹھا کر دیکھ لیں بے ثباتی حیات کا مضمون اس میں کسی نہ کسی صورت میں تکرار اور تسلسل سے بیان ہوتا دکھائی دے گا۔ اردو شعر و ادب میں بھی اس کو بڑی ہنر کاری اور تواتر کے ساتھ اشعار کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ یہ مضمون ان ممالک اور اقوام کے لٹریچر میں اور بھی خاص اہمیت رکھتا ہے جو یا تو زیادہ مذہبی وابستگی کے حامل ہوں کہ مذہب انسان کو زندگی کے عارضی ہونے کا درس دیتا اور پہچان کرواتا ہے یا ایسے خطہ زمین کے ادب و فنون لطیفہ میں جو معاشی تنگ دستی کے ساتھ کسی کی غلامی کا شکار ہوں۔ بہادر شاہ ظفر کے عہد کی دلی بھی ایسے ہی حالات کے زیر اثر تھی لہذا وہاں کے شعر و سخن میں بے ثباتی کا بار بار ذکر آنا عین فطری عمل تھا۔ آپ دلی کا کوئی بھی معروف شاعر (میر، درد، سودا، ذوق، شاہ نصیر، غالب) اٹھا کر دیکھ لیں انسان، دنیا اور معاملات دنیا کو وہم اور سراب کے تمثیلی رنگ میں باندھا گیا ہو گا۔ ظفر نے بھی اس روایت کو اچھا نبھایا ہے۔ ان کے ہاں جہاں بھی یہ مضمون شعر کا حصہ بنا ہے صاف جھلکتا ہے کہ شاعر نے دنیا کے اس پہلو کا عملی تجربہ اور گہرا مشاہدہ کر رکھا ہے۔ اس تناظر میں ان کا علامتی دائرہ کار بھی خاصا وسیع تر ہے۔ مثلاً ان کی ایک غزل کا مقطع پڑھیے اور سر دھنیے کہ ان کے خیال میں یہ زندگی محض ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے لیکن یہ مختصر خواب ایسی مسافتوں سے انسان کو

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

گزرتا ہے کہ اس کی تھکن اور بدن کی کپکپاہٹ سب کو محسوس ہونے لگتی ہے۔

ظفر دنیائے فانی خواب کا سا ایک عالم ہے
مگر اس خواب میں دیکھا کچھ ایسا ہے کہ کیا کہیے (۱۷)

اسی طرح ایک اور شعر میں ظفر دوستوں اور جاننے والوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جو لمحے فرصت اور مسرت کے میسر آئیں انہیں غنیمت سمجھو کہ نا جانے کس وقت کوئی قزاق ان کو دن دھاڑے لوٹ کر سب کچھ تاراج کر دے۔

فرصت بہت ہی کم ہے غنیمت سمجھ ظفر
ہنس بول کر بسر ہو جو اوقات چند روز (۱۸)

ظفر کو حالات کی سنگینی نے یہ باور کروا دیا تھا کہ کار دنیا میں جی کھپانا بے کار ہے کہ یہ عارضی نوعیت کی زندگی ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ فکر آخرت کرے جو کہ دائمی حیات ہے اور مشکل ترین بھی۔ ظفر کے اس قسم کے اشعار روایتی رنگ میں نہیں بلکہ ان کا اسلوب اور پیش کش اپنی الگ پہچان بنانا جانتی ہے۔

اے ظفر کچھ ہو سکے تو فکر کر عقبیٰ کا تو
کر نہ دنیا کا تردد کار دنیا سہل ہے (۱۹)

ظفر نے اپنے مقطعوں میں بعض باریک اور پہلو دار باتوں کو بھی بیان کیا ہے یعنی وہ نکتہ آفرینی کرنا جانتے ہیں۔ جیسے وہ محبت کے بارے میں بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ایسا جذبہ ہے جو لاکھ چھپانے سے بھی چھپ نہیں سکتا۔ کیونکہ عاشق جب کسی کی زلفوں کا اسیر ہوتا ہے تو اس میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جو پہلی ہی نظر میں اس کے جذبات کا اعلان کر دیتی ہیں۔ ان
میں سے ایک واضح اشارہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے تو پھر اس سے شرمانے لگتا ہے اسے کن انکھیوں سے دیکھتا ہے اور یہی کیفیت معشوق کی بھی ہوتی ہے۔

آنکھ چاہت کی ظفر کوئی بھلا چھپتی ہے
اس سے شرماتے تھے ہم، ہم سے وہ شرماتا تھا (۲۰)

ایک اور شعری صورت دیکھیے کہ جس میں طالب کی بے کسی کو کیسے اچھوتے انداز میں شعری قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ ظفر کا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص یا خیر خواہ نہیں ملتا جو چاہنے والوں کی کیفیت ان کے یار تک پہنچا

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

دے۔اس مشکل ترین مرحلے میں عشق کرنے والوں کے آنسو ہی کام آتے ہیں اور وہ دل کی بے چینی کی پیغام رسانی کا وسیلہ بنتے ہیں۔

کون ہے قاصد ظفر ایسا بجز اشک رواں
لے کے جو پیغام دل اس دل ستاں تک جائے گا [۲۱]

لکھنو اور دہلی کے شب و روز میں بہت بعد ہے ایک طرف مال و زر کی ریل پیل ہے تو دوسری طرف حالات کی ستم ظریفی کے باعث خانماں خرابی۔ایک رنگ و نور اور میلوں ٹھیلوں میں اپنی زندگی گزار رہا ہے تو دوسری جانب کبھی داخلی تو کبھی خارجی حملہ آور لاشوں کے انبار اور شہروں کو سنسان کر رہے ہیں۔ایسے میں دونوں طرف ایک ہی جذبے کی دو الگ الگ تعریفیں ملتی ہیں۔لکھنو میں محبت کھل کھیلنے سے عبارت ہے تو دلی میں یہ پاکی و پاک دامنی کے اصولوں پر مبنی ہے۔

اگرچہ ظفر دبستان دہلی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کے اشعار میں کہیں کہیں لکھنؤ کا محولہ بالا رنگ سخن اس طرح ملتا ہے کہ وہ لکھنو کے شاعر معلوم ہونے لگتے ہیں۔ان کی یہ خصوصیت زمینی و مکانی قید سے آزاد کرتے ہوئے انہیں ہر علاقے اور ہر عہد کا شاعر بنا دیتی ہے۔

یار ہے یار کے ہے ساتھ ظفر بوس و کنار
اور اگر چاہیے کچھ بات تو وہ بات بھی ہے [۲۲]

اردو غزل کے مقطعوں میں حمدیہ و نعتیہ اشعار کی روایت کا سرا ہمیں قلی قطب شاہ کے ہاں ملتا ہے ان کی بیشتر غزلیات کا اختتام ایسے ہی اشعار پر ہوتا ہے۔ظفر نے بھی اس روایت میں بساط بھر اپنا حصہ ڈالا ہے۔ان کے اس طرز کے اشعار میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔وہ اپنی آخرت اور روز حشر کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب محفوظ اور پر سکون سمجھتے ہیں جو بلا شبہ ایک پکے و سچے مسلمان کا ایمان ہونا چاہیے۔

کیا ہے غم ظفر تجھے حشر کا ، جو خدا نے چاہا تو بر ملا
ہمیں ہے وسیلہ رسول کا ، وہ ہمارا حامی کار ہے [۲۳]

شاعرانہ تعلی کے لیے مختلف غزل گو شعراء مقطع کے شعر کا چناؤ کرتے ہیں۔ظفر کے ہاں بھی ایسے نمونے خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔انہیں اس بات پر فخر ہے کہ وہ بڑھاپے میں بھی جوانوں جیسی پر جوش طبع رکھتے ہیں

اسی لیے تو ان کے اشعار سوز و تڑپ سے بھرپور ہوتے ہیں۔ وہ اس امر پر بھی مان رکھتے ہیں کہ وہ نہ صرف سخن فہم ہیں، سخن سنجی اور سخن دانی بھی پر بھی انہیں ملکہ حاصل ہے۔ وہ جس قسم کے شب و روز میں زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں یہ کوئی کم بات نہیں ہے کہ انہیں اپنے حواس پر اب بھی اختیار حاصل ہے۔

طبیعت ہے جواں پیری میں بھی وہ اے ظفر تیری
سخن فہمی ، سخن سنجی ، سخن دانی نہیں جاتی[۲۴]

خلاصہ بحث یہ کہ بہادر شاہ ظفر نہ صرف دبستان دہلی کے نمائندہ غزل گو ہیں بلکہ اردو غزل کی پوری روایت میں ان کا ایک الگ مرتبہ ہے جس کے متعین کرنے میں ان کی غزلیات کے مقطعوں نے بڑا اہم اور کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نورالحسن نقوی، پروفیسر، تاریخ ادب اردو، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاوس، ۱۹۹۷ء، ص ۱۲۷
۲۔ ظفر، بہادر شاہ، دیوان ظفر، لاہور: رابعہ بک ہاوس، ۲۰۱۳ء، ص ۴۱
۳۔ ایضاً، ص ۵۵
۴۔ ایضاً، ص ۸۹
۵۔ ایضاً، ص ۱۶۶
۶۔ ایضاً، ص ۴۳
۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۲ء، ص ۳۱۰
۸۔ ظفر، بہادر شاہ، دیوان ظفر، ص ۶۷
۹۔ نگار عظیم، بہادر شاہ ظفر، دہلی: اردو کادمی، ۲۰۱۰ء، ص ۵۲
۱۰۔ ظفر، بہادر شاہ، دیوان ظفر، ص ۴۳
۱۱۔ محمد عقیل، سید، ڈاکٹر، تنقید اور عصری آگہی، الہ آباد: انجن تہذیب نو پبلی کیشنز ڈویژن، ۱۹۶۷ء، ص ۲۲۳
۱۲۔ ظفر، بہادر شاہ، دیوان ظفر، ص ۵۰
۱۳۔ ایضاً، ص ۱۴۲
۱۴۔ ایضاً، ص ۸۸

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

۱۵۔ تہور حسین، خواجہ، بہادر شاہ ظفر فن و شخصیت، کراچی: اُردو اکیڈمی، ۱۹۶۵ء، ص ۱۰۹
۱۶۔ ظفر، بہادر شاہ، دیوان ظفر، ص ۱۶۰
۱۷۔ ایضاً، ص ۱۳۲
۱۸۔ ایضاً، ص ۱۵۸
۱۹۔ ایضاً، ص ۹۳
۲۰۔ ایضاً، ص ۵۴
۲۱۔ ایضاً، ص ۱۱۲
۲۲۔ ایضاً، ص ۸۶
۲۳۔ ایضاً، ص ۲۲۶
۲۴۔ ایضاً، ص ۱۹۸